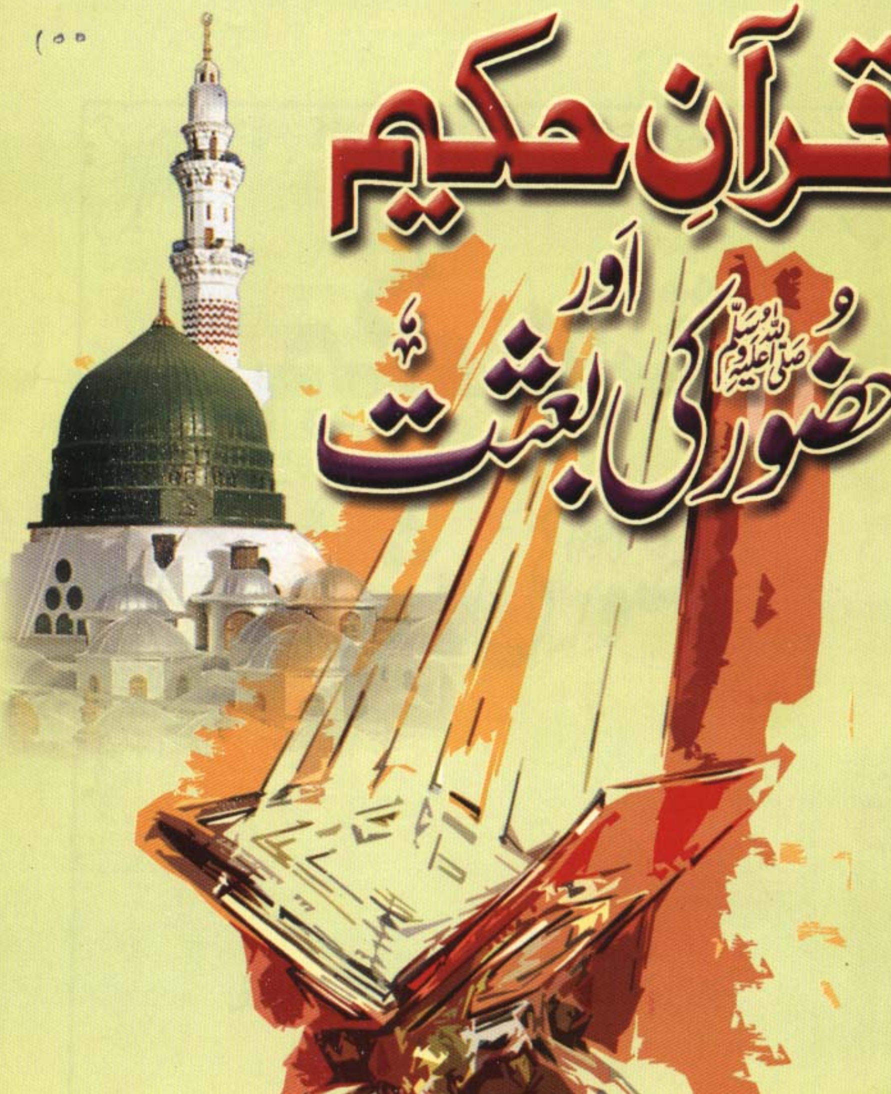

# قرآنِ حکیم

## اور

# حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری

حضرت سلطان باھُو ٹرسٹ

# قرآنِ حکیم

## اور

# حضور ﷺ کی بعثت

صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری

حضرت سلطان باھُو ٹرسٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

جملہ حقوق محفوظ ہیں


نام کتاب ........ قرآن حکیم اور حضور ﷺ کی بعثت

مصنف ........ صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن سروری قادری

باہتمام ........ عمر حیات قادری

سلسلہ اشاعت ........ 12

ناشر ........ حضرت سلطان باھو ٹرسٹ

تعداد ........ 1100

قیمت ........ 20 روپے



ملنے کے پتے

• حضرت سلطان باھو ٹرسٹ بی۔ بلاک لالہ زار فیز II ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
• جامعۃ الحراء دربار حضرت سلطان باھو جھنگ
• مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

U.K. 17 Ombersley Road, Balsal Heath, Birmingham B-12, 8UT, UK.
Ph: UK, 07980601374, 0121-4404096 E-mail: monthlyramooz@yahoo.com

الله

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ

الاحزاب ۵۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے

دُرود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر

اے ایمان والو! ان پر دُرود اور خوب سلام بھیجو۔

کتبہ: سید خالد ممتاز رضوی

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ
یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا o وَّدَاعِیًا اِلَی
اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا o (الاحزاب: ۴۵، ۴۶)
ترجمہ: ”اے نبی (ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو شاہد و خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا اور ڈرانے والا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا۔“

جہاں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ بیان فرمایا ہے یعنی فرمایا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی اے میرے پیارے محمد ﷺ یہ تو نے دشمن پر مٹھی بھر کر کنکریاں نہیں پھینکیں بلکہ یوں سمجھے میں نے خود پھینکی ہیں۔ اور دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کہ اے میرے پیارے رسول ﷺ یہ تجھ سے بیعت کا شرف حاصل کرنے والے لوگ دراصل میرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اور یہ آپ نے اپنا دست مبارک ان عشاق کے اوپر رکھا ہے یہ میرا ہاتھ ہے اور فرمایا وَمَا ینطق عن الھوٰی ان ھُوَ اِلاَّ وَحیٌ یُّوحٰی اس رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کی کوئی بات خالی از حکمت نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات حکیم ہے تو اس کا رسول بھی حکیم ہے اور اپنے متبعین کو پر از حکمت کلام سکھاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذات باری تعالیٰ نے بے ساختہ پکارا وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

تجھ پر اے رسول ﷺ ترے رب کا فضل عظیم شامل حال ہے اور تو قاب قوسین سے بھی آگے نکل کر فنا فی اللہ ہو چکا ہے۔

آیات کریمہ عنوان بالا میں اللہ تعالیٰ نے نہایت پیار سے اپنے پیارے حبیب کی پانچ خوبیاں، پانچ نشانیاں، پانچ اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ ایک تو یہ کہ اے رسول میں نے تجھے مشاہدہ ذاتی کا بلند ترین اور ارفع و اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے لن ترانی بنی اسرائیل بنی موسیٰ علیہ السلام کو کہا یا تھا تو اس سے بہت آگے کہیں آگے ہے۔ فرمایا تو شاہد ہے مشاہدہ کر کے شاہد ہو گیا ہے تو میرے ساتھ اس قدر قرب حاصل کر چکا ہے کہ یہ سارا تیرا قرآن تیرا بیان تیرا وجود شاہد ہو چکا ہے تبھی تو تیرا بحکم خدا تیرا نعرہ ہے ہاں وہی نعرہ جسے ثلث القرآن کہا گیا ہے: قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَد ایک ولی نے کیا خوب کہا ہے: كَمَا اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ لَاشَرِيْكَ لَهٗ. وَكَذَالِكَ رَسُوْلُنَا الْمُطَاعُ وَاحِد لَاشَرِيْكَ مَعَهٗ وہ کس چیز کا شاہد ہے وہ شاہد ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اور اس شاہد ہونے کا اس فضل عظیم حاصل کرنے والے نے اپنے پیارے اصحاب کو بھی مشاہدہ کرا دیا بلکہ یہ منظر دیکھ کر کفار بھی پکار اٹھے کہ عشق محمد ربہ۔ خدائے واحد کی پرستش اور تعلق باللہ کی طرف عموماً خدا کے بندے توجہ دلاتے رہتے ہیں لیکن شاہد کا رب کے دیدار کی طرف توجہ دلانے کا انداز ہی کچھ اور ہونا چاہیے آپ نے رب کا شاہد ہونے کا جو طریق مسلمانوں کو سکھلایا یعنی نماز اس کا انداز ہی یہ بتلایا کہ یوں نماز پڑھو گویا تم خداوند تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے مبشراً اور یہ خدا تعالیٰ کا پالینا اسے دیکھ لینا اس پاک نبی ﷺ کے مبشر ہونے کا ثبوت ہے کہ اس سے بڑی بشارت کیا ہوگی کہ بقا الٰہی حاصل ہوگئی اور یقیناً آپ اس لحاظ سے مبشر ہیں کہ آپ کے اصحاب کے علاوہ امت میں کروڑہا اولیاء مجدد، محدث، غوث، اقطاب، صلحا مومنین گزرے ہیں جو بقا الٰہی سے مشرف ہوئے اور دیگر انعامات جن کی کوئی حد و شمار نہیں اس کے علاوہ ہیں وہ صحراء نشیں دنیا کے حکمران بھی بنے اور دنیا کو علوم و فنون سے بھر دیا اور اس زمین

کی سطح پر نئی تہذیب نیا معاشرہ ابھرا اور ایک عالم توحید کی ضیاء سے جگمگا اٹھا۔ وحدانیت کی باد صبا سے جھوم اٹھا۔ ایک عالم سرسبز و شاداب ہوگیا۔

اب خطاب آتا ہے و نذیراً. نیز فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَرَاهُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ نیز فرمایا اگر تم پوری طرح خدا کی طرف رجوع نہیں کرو گے اور دل میں خواہشات کے بت ہوں گے مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ تو یاد رکھو مرے آنے کی وجہ سے وہ جبار قہار خدا شدید القویٰ خدا معروف عمل ہو کر تمہاری نیتوں اور عبادات پر نگاہ کیے ہوئے ہے مبادا تم اس کی گرفت میں آجاؤ۔

دیکھیے اس شاہد ﷺ نے مسلمانوں کی موجودہ شکست خوردگی پستی اور اغیار کے سامنے سرنگوں ہونے کی حالت کو دیکھ لیا تھا اور وجہ کا آپ کی ذات برکات کو علم ہوگیا تھا کہ جب توکل علی اللہ نہ رہے گا۔ قرآن پر عامل نہ رہیں گے تو غیروں کی غلامی میں آجائیں گے اسی لیے آپ نے انتباہ فرمایا اور یہ نقشہ موجودہ دور کا اس شاہد پاک نے مشاہدہ کرلیا اور بے اختیار پکار اٹھا یا رب ان قوی اتخذ وَهٰذَا القرآن مَهْجُوْرًا کہ ہائے افسوس اس سب سے بڑے ہتھیار دائمی ڈھال (قرآن پاک) کو میری قوم نے پس پشت پھینک دیا اور قعر ذلت میں جاگرے۔

دَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ۔ آپ نے نہ صرف قوم کو کل اقوام کو خداوند قدوس وحدہٗ لاشریک کی کامل اتباع کی طرف بلایا بلکہ حکم دیا کہ ایک پارٹی ایک جماعت ایسی رہنی چاہیے جو نیکی کی طرف دنیا کو بلاتی رہے اور برے کام چھوڑنے کی تلقین کرتی رہے وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور ایسی کتاب دنیا کے ہاتھوں میں دی کہ اسے پڑھنے والا دائمی خوشی اور محبت الٰہی کی مٹھاس سے لذت اندوز ہوتا ہے اور یہ کتاب آخری کتاب قیامت تک داعی اللہ ہے اس رسول مقبول کا پیغام ہے جو اللہ کی طرف بلانے کے لیے آیا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ...... الخ دلوں میں اتار دیا گیا۔

اور آپ کو سراج منیر کا خطاب اور اعلیٰ القاب دینے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے انبیاء یعنی ماضی کے چراغ، محدود تعلیم کے ساتھ محدود قوم کو روشن کرتے رہے

کوئی زیادہ روشن کوئی کم لیکن اے روشن سوچ تو آفتاب عالمتاب قیامت کے لیے ہے اب تیرے نور سے فائدہ اٹھانے والا ہی صحیح سمت میں صراط مستقیم پر گامزن رہ سکتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کی دعا سکھلائی اور اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کے پاک آئین مقدس منشور پر مہر ثبت فرما دی کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

جب سے دنیا میں روشن سورج اپنی سنہری روپہلی کرنیں بکھیر رہا ہے اور اب قیامت تک اسی سورج اسی سراج منیر کی روشنی ہے اس سے باہر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ آپ ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ میں پیدائش کے لحاظ سے سب سے اول ہوں اور آخر میں میری بعثت ہو کر قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ پہلے انبیاء بھی میرے لیے زمین ہموار کرنے کی خدمت پر متعین تھے اور میرے پیچھے نماز کو فخر سمجھتے رہے اور میرے زمانہ کو پانے کی تڑپ میں رہے اور میرے بعد آنے والے صلحاء اور اولیاء بھی میری غلامی میں چاند اور ستارے بنتے رہیں گے یہی وہ سوال ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا: کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور آپ کے فرشتے حمد و ثنا کی محفل برپا کیے رکھتے ہیں۔

اس پاک نبی ﷺ کا سب سے بڑا کارنامہ زندہ خدا کو دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا اور نہ صرف پیش کرنا تھا بلکہ وہ محبت اور عشق کی آگ جو آپ کے دل میں روشن تھی دوسروں کے دل اس سے بھر دینا تھا چنانچہ مومن وجد میں آ کر ذکر الٰہی میں جھومنے لگے لیکن آج کل کے خشک نعرے بازوں کی طرح نہیں وہ لوگ ہر میدان میں نمایاں نظر آتے تھے خداوند تعالیٰ ان کے دلوں میں اترا ہوا تھا۔ ان کے حکیم ﷺ نے ان کو تلقین کر رکھی تھی کہ یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ذْكُرُو اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ کہ ذکر اس کثرت سے کرو صبح و شام اسی پاک ذات کے اوصاف جمیلہ اور اسماء حسنیٰ کا ذکر تمہاری زبانوں پر رہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَر یاد رکھو تمہیں خداوند تعالیٰ نے قوت بیانیہ اور نطق کی صفت سے نوازا ہے سو

زبان وہی پسندیدہ اور مبارک ہے جس پر ذکر الٰہی رہے اور سب سے بڑی بات بڑی نعمت بڑی خوبی یہی ہے کہ ذکر الٰہی منہ میں جاری و ساری رہے اور اس دانائے راز نے یہ راز بتلایا ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت جوش مارے گی اور تم پر انوار کی بارش ہوگی فرشتے تمہاری سفارش حضرت احدیت کے ہاں کریں گے جیسے فرمایا هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّی عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ دنیا میں جو تم ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہو۔ پریشان خیالی اور پریشان حالی اور منتشر دماغی خیالات میں سرگرداں ہو اس بھول بھٹک سے نکل جاؤ گے ظلمات اور سیاہ اندھیری خاردار وادی ہاں نہ ختم ہونے والی وادی میں نہ معلوم منزل کی طرف رواں دواں ہونا ختم ہو جائے گا اور چکاچوند روشنی نور ہی نور سامنے حسین وجمیل منزل تمہاری منتظر ہوگی اور لیجزجکم من الظلمت الی النور کا منظر خدا تعالیٰ کے کرم سے تم پا کر دائمی خوشگوار زندگی حاصل کرلو گے۔ کیونکہ اس رسول کی توجہ اور دعاؤں کے طفیل اللہ تبارک و تعالیٰ رسول کے متبعین مومنین کے گروہ پر بہت ہی مہربان ہے کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو فرمایا کہ وکان فضل اللہ علیک عظیما کہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کے نیچے ہے وہاں رسول کے ذریعے مومنوں کو بشارت دی گئی وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا: کہ مومنوں کو بشارت دے دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و برکات کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ان لوگوں کے اندر وہ اخلاق فاضلہ پیدا ہوئے وہ اوصاف حمیدہ طلوع پذیر ہوئے کہ دنیا دنگ رہ گئی کجا وہ لوگ برائیوں کا مجسمہ تھے اور حیوان اور انسان میں تھوڑا فرق رہ گیا تھا بلکہ بعض حالتوں میں حیوانوں سے بدتر تھے مجسم اخلاق فاضلہ ہو گئے حسن ہی حسن ہو گئے وہ غریبوں پر کمزوروں پر غلاموں پر ماتحتوں پر ظلم ڈھانے والے اب ان کا بوجھ اٹھانے والے بن گئے ظالموں اور جابروں بادشاہوں اور شہنشاہوں کے آگے سینہ سپر ہو گئے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ: اپنوں پر اپنے دین کے اتھیوں پر جان چھڑکتے لیکن دوسری حکومتوں کے ظالم اور جابر اپنی رعایا پر ظلم وستم ڈھانے والے کفار اور

مشرکین کو ملیامیٹ کرتے چلے گئے۔ اگر اس عظیم الشان رسول کا ذکر دوسرے رسولوں اور کتابوں کے بڑے ادب سے کیا (میثاق النبین) تو ان پاک اصحاب رسول رسول کا ذکر بھی آسمانی کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ فرقان حمید میں ہے تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً۔ کہ ان کی پہچان ان کی شناخت یہ ہے کہ تو جب ان سے ملے وہ خدا کے حضور ہوں گے کوئی رکوع میں تضرع اور الحاد میں مصروف ہے تو کوئی سجدے میں زاری کر رہا ہے یہ رب کی رضا کے لیے محو عبادت ہیں۔ فرمایا: سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ مَثَلُهُمْ فِي الاِنْجِيْلِ: کہ یہ نقشہ ان اصحاب رسول کا ہم نے تورات میں بھی کھینچ رکھا ہے اور تو اسے انجیل میں بھی دیکھ سکتا ہے۔ آخر یہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونے کا نقشہ کس قوم کے لیے ہے دس ہزار قدوسی اپنے نبی اقدس کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف ذکر الٰہی کرتے چلے جا رہے تھے اور دنیا پر ایک نیا منظر پیش ہونے والا تھا۔ چھوٹوں یعنی کمزوروں کو اٹھان مل رہی تھی خانئہ کعبہ کی چھت پر ایک حبشی غلام جب کہ اس کے پاؤں تلے قریش کے اکابر بیٹھے تھے پکارا اللہ اکبر کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے اور کامل دین والے نبی نے وہ انقلابی خطبہ دیا جو آج اقوام متحدہ کا چارٹر اور اس کے ماتھے کا جھومر ہے لیکن آج کے معاشرہ میں عمدہ تصویر پیش کرنا اعلیٰ تصور دینا خوبصورت اصول سامنے لانا سمجھ میں آتا لیکن ایک جاہل، اجڈ، ضصدی، اکھڑ قوم میں یہ کہنا کہ عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں الا بتقوی اللہ صرف خدا کے خوف کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارنا اعلیٰ کردار اور علم و حکمت سے مزین ہونا بڑائی ہے نہ کہ مال و دولت جائیداد کے بل بوتے پر غریب پر ظلم کوئی بڑائی۔ تو یہ رسول اللہ یہ عظمت آدمیت کا امین بندے کو خدا کے حکم کے مطابق چلنے کا درس دینے آیا اور ایک پاک نمونہ پیدا کرنے آیا فرمایا تخلقو با اخلاق اللہ وہ اخلاق اپنے اندر پیدا کرو جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں وہ رحیم ہے تم بھی اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے رحیم بنو وہ کریم ہے تم بھی اپنی بساط

کے مطابق سخاوت اور جود و کرم کو اپناؤ وہ سچ اور حق ہے تم بھی سچائی اپناؤ وہ پاک و صاف ہے تم بھی ظاہر و باطن میں پاک بن جاؤ الغرض اس رسول پاک نے اپنی زندگی کو اللہ کی صفات کے مطابق ڈھال لیا اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آپ کے نمونے کو اپنانے کا حکم دیا۔ فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ جو کام رسول مقبول ﷺ نے کیا اگر تم نے وہ راہ اختیار کی تو عظیم بن جاؤ گے لیکن بڑا مشکل کام ہے۔ کون دوسروں کے لیے بے آرام ہو کر غم سے آہیں اور سسکیاں بھرتا ہے۔ کون اپنی خوشی پر دوسروں کے غم کو اپنا لیتا ہے۔ دوسرے ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں اور مست ہیں انجام سے بے خبر وہ ان کے لیے مسلسل کئی کئی دن اور راتیں رب کے حضور آہ و بکا میں گزارتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں تو رمت قدماہ کہ آپ خدا کے حضور فریادی ہیں اس قدر کہ کھڑے آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ تبھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا لعلک باخع نفسک تو تو گویا اپنے آپ کو ہلاک کرلے گا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کیوں نہیں لے آتے اور وہ وقت بھی آیا کہ خداوند قدوس نے فرمایا وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کہ ہم نے یہ بوجھ تم سے اتار پھینکا ہے اور جن لوگوں کے لیے تو راتوں کو غاروں میں اپنے رب کے حضور فریادی ہوتا تھا وہ اور ان کی نسل در نسلیں اب تم پر درود و سلام بھیجتی رہیں گی، بلند آوازوں سے تیرے رسول ہونے پر شہادت دیں گے جس طرح تو نے ان کے دل میں خدا تعالیٰ کے وجود پر شاہد ہونے کی یقین کی حالت پیدا کی۔

اگرچہ ہم آج کل مسلمانوں میں انتشار، اختلافات، خلفشار اور افراتفری، عداوتیں اور کدورتیں، دوریاں اور نفرتیں دیکھ رہے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عالم اسلام پر ایک نیا نقشہ ابھر رہا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کی نیو بھی اٹھائی جا رہی ہے کہیں مسلم امہ اتحاد کی باتیں ہو رہی ہیں کہیں اسلامی کانفرنس اور کہیں اتحاد اسلامی کی اور بقول علامہ اقبال: ''اگر نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے

ساقی" کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو یہ مژدہ بھی سنایا تھا وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کہ انجام کار تو ہی سر بلند ہوگا۔ اگرچہ آج طاغوتی طاقتیں اپنا سارا زور ہادیٔ برحق کے مشن کو مٹانے پر لگا چکی ہیں لیکن دوسری طرف آج تثلیث کے پرستاروں کا طلسم ٹوٹنا شروع ہو چکا ہے اور مغرب مذہب سے بیزار ہو رہا ہے۔ بت پرستی انسان پرستی کے خلاف محاذ آرائی شروع ہو چکی ہے ایسے میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ سیرت رسول کو عملاً و علماً پیش کر کے حصولِ دنیا کے پرستاروں کو توحید پر لایا جائے۔ آنحضرت کی سیرت قرآن میں نظر آتی ہے جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا تو آپ نے قرآن پاک کھول کر پڑھنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن کہ آپ مجسم قرآن ہو گئے تھے بلکہ آپ نے صحابہ کرام کو بھی قرآن کریم کا عملی نمونہ بنا دیا۔ بقول اقبال ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

پس اس نعمت عظمیٰ جو احمد مجتبیٰ فخر موجودات محمد مصطفےٰ ﷺ کی صورت میں مسلمانوں کو عطا ہوئی کی قدر کرنی چاہیے اور آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہنا چاہیے کہ یہ اعلیٰ ترین دعا ہے اور حتی المقدور آنحضرت ﷺ کے نمونے پر عملدرآمد کرنا چاہیے اور اوامر کو بجا لانا چاہیے اور نواہی سے منع ہو جانا چاہیے۔

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ○ (الفتح: ۲۸)

ترجمہ: ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کرے۔''

حقائق سے اغماض برتنے کی بجائے تعمق و تحلیل اور تحصیل و تعمیل کی روش اپنا لی جائے تو نہ صرف قدرت کے سربستہ راز ہی فہم انسانی پر آشکار ہوتے چلے جاتے ہیں بلکہ حقیقت آشنائی اور فطرت شناسائی کا وہ مخزن ہاتھ آتا ہے کہ ذہنوں کو جلا اور زندگیوں کو بقاء حاصل ہو جاتی ہے۔ احساس و ادراک کی یہی وہ منزل ہے جہاں تطہیر کا عمل اس سرعت و شدت سے رو پذیر ہوتا ہے کہ تطویل و تضعیف سمٹ جاتی ہے اور کارگاہِ ہستی کی تمام تر تطبیق احدیت کی تحویل محض میں چلی جاتی ہے۔ درسِ سیرت کے حوالہ سے ہماری آج کی موضوعہ آیہ مبارکہ بلاشبہ احدیت کو اس حوالہ سے منکشف کرتی ہے کہ بطلان و گمراہی کے پردے چاک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ عظمتوں کے باب کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ سب عطا ہے اسی ربِ رحیم و علیم کی جس نے ہادیٔ برحق کی وساطت سے قلوب کو کثافتوں سے پاک اور اذہان کو ادہام سے معریٰ فرمایا۔

ارشاد ہوتا ہے ''هُوَ الَّذِیْٓ'' وہ وہی اللہ ہے یا وہ اللہ ہی ہے، کون اللہ؟

"اَرْسَلَ" جس نے بھیجا، کیا بھیجا؟ "رسولہ" اپنے رسول کو، کیا دے کر بھیجا؟ "بِالْھُدٰی" ہدایت کے ساتھ، ہدایت یافتہ بنا کر، ہدایت دے کر، یعنی قرآن کریم "وَدِیْنِ الْحَقِّ" اور دین حق کے ساتھ، کس لیے؟ "لیظھرہ" تا کہ اسے ظاہر کر دے، غالب کر دے، کس پر؟ "عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ" تمام ادیان پر، تمام جنس دین پر۔

غور کیجئے ان تمام استفہامی کیفیات پر اور اس استکشاف و استکمال پر۔ یہاں پہلا استفہام ہوا ذاتِ باری تعالیٰ پر جو "احد" ہے واحد و یکتا ہے لیکن اس استفہام کے اطمینان کے لیے اپنی صفت احدیت کو بیان نہیں فرمایا بلکہ اپنی پہچان کے لیے ایک ایسا نشان عطا فرمایا جو اپنے اوصاف میں واحد و یکتا اور بے مثیل ہے یعنی پہلی توضیع جو یہاں پہ برآمد ہوئی وہ خالق و تخلیق کے باہمی حوالہ سے ایک دوسرے کی پہچان و شناخت ہے بالفاظ دیگر خدا و مصطفےٰ اپنی اپنی جگہ پر واحد و یکتا اور اعلیٰ و ارفع ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے لیے برہان و تصدیق ہیں گویا مصطفےٰ توحید الٰہی کی برہان قاطع اور خدا رسالت مصطفےٰ پر حجت تمام۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ بلند ہے آقا و مصطفےٰ کا کہ فرمایا اے بنی آدم! اگر خدا کی جستجو و شناخت کا ارادہ رکھتے ہو تو مصطفےٰ کے حوالہ سے آؤ پہچان خود ہی ہو جائے گی اور جو مصطفےٰ خدا کی پہچان کروا دے بھلا اس کا کون شریک و ثانی ہوسکتا ہے ﷺ۔ تحیر آتا ہے عقل انسانی کی ان رواداریوں پر جنہوں نے اس قدر واضح احکامات و ارشادات اور توضیحات پر بھی خاموشی اختیار کرلی۔ کہ اس سے توحید مشکوک ہو جاتی ہے۔ ارے! مصطفےٰ کے حوالہ سے توحید مشکوک نہیں مضبوط ہوا کرتی ہے۔ "الحمد" کے الف سے لے کر "والناس" کی "س" تک تدبر و تفکر کر جائیے خدا کے ساتھ ساتھ مصطفےٰ کی بھی یکتائی ہی یکتائی نظر آئے گی، محامد و مناقب کے اعتبار سے بھی اور فضائل و مقامات کی رو سے بھی، ہدایت و تعلیم کو لیجئے بزرگوار ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی بھی حضور کا سہیم ثابت نہیں ہوتا۔ گویا آپ ﷺ کو ایسی تعلیم و حکمت اور ہدایت سے سرفراز فرمایا گیا جو کسی دوسرے نبی کے حصہ میں نہیں آئی آسمانی

صحیفہ جات جو انبیاء و اہل ایمان کے لیے سرچشمۂ ہدایت بنے ان پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آخری آسمانی ہدایت یعنی قرآنِ کریم سے قبل تمام تعلیمات ادھوری تھیں اور ان میں سے کسی ایک سے بھی اپنی تعلیم کے حوالہ سے انسانی راہنمائی ممکن نہیں تھی۔ اب اگر صحائف آسمانی اور ہدایت ربانی کا ان ادوار کے حوالہ سے تقابلی جائزہ لیا جائے تو صورتحال کچھ یوں نظر آتی ہے کہ توراۃ میں محض اخبار و احکام مذکور ہیں۔ زبور محض مجموعۂ مناجات ہے اور انجیل امثال و مواعظ کا ہی احاطہ کرتی ہے جب کہ وہ ہدایت جس کا ذکر ہماری آج کی آیۂ مبارکہ میں ہو رہا ہے یعنی قرآنِ کریم اس میں مواعظ و احکام اخبار و امثال، انذار و بشارات کا مجموعہ بھی ہے اس میں صفات الٰہیہ کا بیان، ذات ربانی کا ثبوت، حصولِ تقرب کا طریق، توحید، توکل و تفویض، احکام اللہ کی تفصیل، حیات و ممات انسان، عدم و وجودِ عالم کا بیان۔ فطرتِ انسانی کی ساخت و شناخت، افعالِ رحمانی کے اسرار، قدرتِ ربانی کے نمونہ جات سطوت قہاری کے نتائج، نصرتِ الٰہیہ کے کارنامے اور سیرتِ رسولِ عربی ﷺ کے ایمان افروز پہلو اس اسلوب سے بیان ہوتے ہیں کہ نفس فرمایہ کو رذائل بشریہ سے پاک و صاف اور حیاتِ مادی کے تاثرات سے مبرا معریٰ رکھنے، مالک و خالق کے حضور خاضع و خاشع بنانے نورِ یقین کے حصول اور تجرید علائق دنیوی اور تشبہ صفاتِ ملکی کے لیے اس سے بہتر و بالاتر کچھ متصور نہیں ہوسکتا۔ اور اس واحد و جامع ہدایت و تعلیم جو اپنے تمام تر حوالہ جات کے اعتبار سے تکمیلی اہمیت کی حامل ہے کا معلم اعظم، ہادیٔ برحق بھی اپنے اوصاف و خصائص میں یکتا و اعلیٰ ہے اور یہ مکرم و معظم معلم دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں رہا بلکہ یہ اپنے خدائے واحد و یکتا سے براہِ راست ہدایت یافتہ تھا۔ اور جسے رب العلمین خود ہدایت یافتہ بنا کر بھیجے تو اس دنیائے فانی میں اس شاہکارِ قدرت کا کون ثانی ہوسکتا ہے اور جب تک اور جہاں تک اس تعلیم کو توقیر و تعظیم دلوں پر فرمانروا رہی ذہنوں کو جلا اور زندگیوں کو بقاء حاصل ہوتی رہی۔ یہی وہ تعلیم تھی جس نے عرب کے گلہ بانوں کو وہ کشور کشائی عطا فرمائی کہ ۲۲ لاکھ مربع میل پر محیط سلطنتیں ان کے زیرِ نگیں

آ گئیں۔ سوچئے تو ذرا کہ ایک ایسے معاشرے میں کہ جہاں زنا، قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و غارتگری توہم پرستی اور شراب خوری ایسے رذائل و خبائث باعث تفاخر متصور ہوں وہاں معدلت گستری، عدل پروری رعایا نوازی، دینداری اور توحید الٰہی اگر راسخ ہوئی تو کس کی تعلیم و ہدایت سے۔ اگر فکر صحیح و تلاشِ صادق سے تجسس کیا جائے تو ان سب ترقیات کا سبب اولےٰ ہدایت نبوی ﷺ قرآن کریم ہی نکلے گا۔ اور یہ ہدایت عامۃ المسلمین کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے آج بھی ایک نصابی حیثیت سے قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے اور تاقیامت تمام علوم و ہدایت کا یہ منبع و مخرج الہ جستجو کی تشنگی دور کرتا رہے گا اور بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم پر راہنمائی فرماتا رہے گا۔ ضرورت ہے تو اکتسابِ فیض اور رجوع الیٰ الحق کی اور جس کسی نے رجوع و جستجو کی سمتوں کا تعین حوالۂ سیرت و ہدایت مصطفےٰ پر کرلیا وہ یقیناً یقیناً اولی الامر" میں سے ہوگیا اس نے اپنے نفس کی اصلاح، انسانیت کی فلاح اور روحانیت کی بقاء کا سامان کرلیا۔ اور جس کسی نے اس سرچشمۂ ہدایت قرآن کریم کی تعلیمات کو فرسودہ جان کر ان پر توجہ کی زحمت گوارا نہ کی گویا اس نے گھاٹے کا سودا کرلیا اور وہ تباہی و بربادی میں گھر گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ و تابعین اور آئمہ دین کی زندگیوں میں صبر بر مصائب، تحمل برنوائب اور ادائے شکر و احسان کے واقعات، کافۂ اہل اسلام کی تواضع خشیت من اللہ، ہمدردیٔ عامہ، اخوت، نفع رسانی، خلائق پاکیزگی والاہمتی، مہمان نوازی، اصولِ منزل، اصول تمدن اور اصول حکومت شفیع المذنبین، خاتم النبین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی واحد تعلیم و ہدایت کا ہی ثمر تھے۔ اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ حضور نبی کریم سے بڑھ کر کسی دیگر نبی نے اس احسن طور پر انسانیت کو محاسن اخلاق، محامد اعمال، تدبیر منزل، سیاست مدن، اقتصادیات، سیاسیات و عمرانیات کے دروس نہیں دیئے ﷺ۔ آج اگر ملت اسلامیہ بطلان و گمراہی کا شکار ہے تو یہ محض اس روگردانی اور چشم پوشی کا نتیجہ ہے جو تعلیمات نبوی ﷺ سے روا رکھی گئی ہے۔ حیف صد حیف کہ آج کا مسلمان ازمِ اغیار سے راہنمائی کا خواہاں ہے اور

اس نبی کی تعلیمات کو پس پشت ڈال رہا ہے جسے خدا نے اپنی توحید پر گواہ پیش کیا ہے۔ یہاں تک تو ہم نے سہ رخی طور پر یہ ثابت کرلیا کہ خدا، مصطفےٰ اور الہدیٰ اپنی اپنی جگہ یکتا و اعلیٰ اور ایک دوسرے پر حجت وشہادت ہیں جب کہ اس آیہ کریمہ کا آخری حصہ بھی احدیت ہی کے انکشاف میں وارد ہے۔ یعنی دین واحد کی نشاندہی کرتا ہے کس دین واحد کی؟ کہ جس کو تمام جنس دین پر غالب کرنا مقصود تھا۔ اور وہ دین واحد جسے دین حق کہا گیا دین اسلام ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ سابقہ انبیاء کے ادیان نعوذ باللہ باطل تھے بلکہ یہاں پر دین حق سے یہی استدلال متصور ہوتا ہے کہ دین اسلام نا قابل منسوخ ہے اور چونکہ اس سے پیشتر کہ تمام ادیان اس نے منسوخ کر دیئے اس لیے اسے دین حق سے موسوم کیا گیا۔ کہ یہ ایک ایسا سچا اور مضبوط دین ہے کہ جو قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔ اور یہی دین زندگی کے تمام شعبہ جات، عبادات، عملیات، معاشرت، معیشت، سیاست، حکومت، عدالت میں ہر لحاظ سے کامل واکمل راہنمائی کرتا ہے اور اس دین کے پیروکاروں کو کسی دیگر ازم کا سہارا ڈھونڈنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ دین اسلام کی ہی حقانیت ہے کہ اس نے بطلان کو نوع انسانی سے دور کر دیا اور اس کا ظہور حضور پر نور نبی ﷺ کے عہد اقدس ہی میں ہوگیا تھا۔ اور آپ کے زمانہ میں ہی تمام مذاہب کے پیروکار اس دین میں گروہ در گروہ شامل ہونا شروع ہو گئے دین اسلام کے دیگر ادیان پر غالب ہونے کو کئی ایک پہلوؤں سے دیکھا سکتا ہے۔

تمام مذاہب پر عیاں ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید پر ہے تعلیمات اسلام پر غور و تعق کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اسلام ہی کی توحید ہے جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیم کے براہین سے مشید ہے اور جس کا مخاطب ہر وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔ عیسائیت کی تثلیث جس کو پادری لوگ فہم سے بالاتر اور عقل سے بلند تر کہتے ہیں اور اس پر بغیر سوچ سمجھے ایمان لانے کو واجب قرار دیتے ہیں توحید کی اصل روح کو مجروح کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس اسلام توحید کو مکمل بیان

کرنے میں توحید فی العبادت، توحید فی الاستعانت، توحید فی العلم، توحید فی القدرت، توحید فی التصرف، توحید فی الذات اور توحید فی الصفات سے الگ الگ عنوانات کے تحت بحث کرتا ہے۔ قرآن کریم جس توحید کو پیش کرتا اور اسلام جس توحید کو سکھلاتا ہے وہ فلاسفروں کی توحید سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے۔ توحید فی العبادت کے زیر عنوان قرآن کریم بتلاتا ہے۔

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا"

(اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس میں کسی شے کی ذرا بھی ملاوٹ و آمیزش اور شرک نہ کرو)۔ اور جو ان تعلیمات پر اور اس دین پر مضبوط ہو جاتے ہیں وہ شب و روز پکارتے ہیں۔ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھے ہی معبود جانتے ہیں اور بجز تیرے کسی اور کو معبود و مسجود نہیں بناتے۔

توحید فی الاستعانت کی بابت ارشاد ہوتا ہے "وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ" (صرف اللہ ہی ہے جس سے استعانت طلب کی جائے اور اہل اسلام تسلیم و رضا کا اظہار یوں کرتے ہیں "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" اور ہم خاص تجھی سے استعانت طلب کرتے ہیں۔"

غرضیکہ اسی طرح توحید فی العلم، توحید فی القدر، توحید فی التصرف، توحید فی الذات اور توحید فی الصفات کے ضمن میں سیر حاصل بحث قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسلامی توحید اس اعتقاد تجسم سے بھی بالاتر ہے جس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کو ایک مجسم شے بتاتے ہیں۔ اور اس اعتقاد تنزیہ سے بھی اعلیٰ ہے جس میں نفی صفات کو تقدیس کہا جاتا ہے۔ واضح ہوا کہ کسی دین کے کامل و اکمل ہونے کی سب سے بڑی پہچان اور سب سے بڑی شناخت توحید کی صداقت اور اس کی اصلاح روح کو اجاگر کرتا ہے اور بلاشبہ یہ کام اسلام نے تمام مذاہب سے بڑھ کر سرانجام دیا۔

یہ اسلام کی تعلیمات کا ہی فیضان ہے کہ آج بھی تمام عالم انسانی میں خدا کی کبریائی کے ساتھ ساتھ توحید خالص "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی صدا ہمہ وقت فضاؤں میں گونجتی رہتی ہے۔ اسلام کے غالب و سربلند ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ دنیا کی ایک بہت بڑی آبادی جو ایک خاص ازم کو راہنمائے حیات تصور

کرتی ہے اپنی معیشت کا ڈھانچہ "لَیْسَ لِلاِنْسَانِ اِلاَّ مَاسَعٰی" پر استوار کیے ہوئے ہے۔ اسلام ہی نے دنیا کو رحم و عدل اور اخلاق حسنہ سے روشناس کرایا۔ اسلام ہی نے عربی و عجمی، گورے اور کالے کی تمیز کو یکسر ختم کر کے تمام عالم انسان پر اپنی تعلیمات کا دائرہ وسیع کر دیا، اسلام ہی مساوات کا بانی مذہب ٹھہرا اور اسلام ہی کی بدولت حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنانے کا عمل شروع ہوا۔ اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کا درجہ بلند کیا اور یہی وہ واحد مذہب ہے جس کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی۔ اسلام نے دیگر مذاہب سے ہٹ کر حصولِ علم کی نہ صرف دعوتِ عام دی بلکہ اسے فرضِ عین قرار دیا۔

اسلام کی سربلندی اور غلبہ کا عالم تو یہ ہے کہ اس کی تعلیمات کی جزئیات پر اقوامِ عالم اقوامِ متحدہ کا چارٹر تیار کرتی ہیں۔ اور اگر آج کا مسلمان اسلام کی جملہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کے غلبہ کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ بھی غیروں کی دست نگر رہنے کی بجائے دوسروں کے لیے زندگیاں کرنے کی راہیں متعین کرے۔ حصولِ مقصد کے لیے ماضی و حال کا تجزیہ درکار ہوا کرتا ہے، ماضی گواہ ہے کہ غلبۂ اسلام کے لیے پہلے تو تعلیم و تربیت سے اصلاحِ احوال کی گئی اور اس کے بعد تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب کے عوامل اجتماعی سطح پر نفوذ پذیر ہوئے اور جب یہ منازل طے کروالی گئیں تو پھر انفاق فی سبیل اللہ کی روش اپنائی گئی اور جب یہ مقام آیا تو مورخ جانتا ہے کہ اسلام کو کتنی تیزی کے ساتھ فتوحات نصیب ہوئیں۔ عرب کی دولت کیا ہوگی کہ جسے خدا کی راہ میں خرچ کر کے مسلمان قیصر و کسریٰ کے مالک بن گئے۔ اور قرآنِ مجید میں بار بار "انفاق فی سبیل اللہ" کی طرف توجہ دلائی گئی ہے مگر تنگ دل انسان اپنا مال اسی کو خیال کرتا ہے جو اس کی ذاتی جیب میں ہی رہے۔ یعنی قومی زندگی پر انفرادی زندگی کو مقدم سمجھا جا رہا ہے۔ اس فلسفہ غلبۂ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ دینِ اسلام کی ترقی اور غلبہ انفاق فی سبیل اللہ سے وابستہ ہے اور جب تک ہم اس قرآنی اصول کو اپنی زندگیوں کے لیے عملی راہنما نہیں بناتے غلبۂ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں

ہوسکتا۔ خدا کا وعدہ اور بشارت ہے کہ وہ اسلام کو دیگر مذاہب پر غالب کرے گا اور ضرور ایسا ہوگا لیکن اس کا ہرگز ہرگز مطلب یہ نہیں کہ اسی بشارت اور اسی وعید کو سیاق وسباق کے اعتبار سے ان ادوار کی تاریخی اہمیت میں نہ دیکھا جائے جن میں غزوۂ تبوک میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے آٹھ ہزار درہم میں سے جو ان کے پاس تھے چار ہزار درہم دینے کا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ بمع سامان دینے کا ذکر کیا ہے، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ''رسولؐ'' سے خدا کا وعدہ نہیں تھا کہ وہ اسلام کو غالب کرے گا ضرور تھا اور اس پر آنحضرت ﷺ کو یقین محکم تھا مگر وعدے یا بشارات کسی دور میں بھی تدبیر کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے۔ تو آج کا مسلمان اسی پہ کیوں اکتفاء کیے بیٹھا رہے کہ خدا نے فرما دیا ہے کہ وہ اسلام کو جنس دین پر غالب کر دے گا لہٰذا اس کے لیے کسی تدبیر یا عملی کاوش کی ضرورت نہیں۔ اور یہی کوتاہ بینی ہے جو امت کو جامد کیے ہوئے ہے سیرت رسول ﷺ تو شاہد ہے کہ دینی ارتقاء اور غلبہ کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کا اصول اپنایا گیا، تبلیغ و اشاعت اور درس و تدریس کو ترویج دی گئی، جہاد کی اصل روح سے آشنائی حاصل کی گئی اور ان کے نتائج میں بیک وقت دنیا کے تین بڑے براعظموں پر توحید خالص اور رسالت مصطفےٰ ﷺ کے پرچم سربلند کیے گئے۔

اب اگر ہم آج کی اس تمام بحث کو سمیٹ کر کسی ایک منطقی نتیجہ کی طرف لائیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ خدا تک رسائی مصطفےٰ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر حاصل کی جاسکتی ہے اور قرآن کریم وہ واحد سرچشمۂ ہدایت ہے جس کی تعلیمات بلا امتیاز رنگ ونسل علاقہ و ملک اور قومیت کے ہر کسی کے لیے اس کی اہلیت اکتساب فیض کے مطابق راہنمائی کرتی ہیں۔ اور اسلام کو جنس دین پر غالب کرنے کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی راہ اختیار کرنا ہوگی۔ اور یہی وہ راہ اور یہی وہ اصول ہے جسے اپنا کر امت مسلمہ خوف وحزن کی حالت سے چھٹکارا حاصل کرسکتی ہے۔ لیکن قربانی کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ

وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا٥(النساء: ٧٩)

اوّل و آخر تعریف و تحمید ہے اسی ذاتِ خداوندی کے لیے جس نے حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کو نہ صرف اپنی تمام تر مخلوقات میں علیٰ وجہ الکمال جاہ و جلال کے ساتھ ظاہر فرمایا بلکہ آپ ﷺ کے محاسن جمیلہ اور مناصب کریمہ کی تصریح قرآن مجید فرقانِ حمید میں اس انداز سے فرما دی کہ رائی برابر تشکیک کی گنجائش بھی آپ ﷺ کے فضائل عدیدہ میں نہیں پائی جاتی۔ بیشتر آیاتِ قرآنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور اس قدر و منزلت کا جو آپ ﷺ کو بارگاہِ الٰہی میں حاصل ہے خود اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے مناصب و خصائص پر کثرت سے قرآن کریم میں آیات کریمہ کا نزول آپ ﷺ کے اس مرتبہ اولیٰ پر دال ہے جو آپ ﷺ کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر ممتاز کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے ان خصائص کا بیان ہمیں قرآن مجید کے علاوہ تورات و انجیل سے بھی ثابت ہے۔

ہمارے آج کے موضوعی اعتبار سے سورۂ نساء کی زیرِ نظر آیہ مبارکہ کے معانی ظاہر و باہر اور اس کی مراد و مفہوم قطعی واضح ہے۔ یہاں ”تمام انسانوں کے لیے رسول“ کہہ کر خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مشن و پیغام کی آفاقیت کی تصدیق فرمائی ہے، سوائے ذات مصطفےٰ ﷺ کے کوئی ہادی، راہبر، پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گزرا

جس کا پیغام زمان و مکان کی حدود و قیود سے مستثنیٰ ہو۔ انبیاء بنی اسرائیل ہوں، مصلحانِ فارس یا رہنمایانِ ہند ہوں تحقیقی دلائل سے ثابت ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی ''رسالت عامہ'' کے منصب جلیلہ سے سرفراز نہیں فرمایا گیا بلکہ ان کی بعثت و رسالت اپنی اپنی قوم تک محدود رہی۔ یہود و نصاریٰ نے تاریخ کو مذاہب کے حوالہ سے عہد عتیق اور عہد جدید کے ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ یہود تورات کو عہد عتیق کا حصہ گردانتے ہیں جب کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ انجیل جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی عہد جدید کا ایک حصہ ہے ان ہر دو صحائف آسمانی کی جو بھی محفوظ و غیر محفوظ شکل میسر ہے کا اگر مطالعہ کیا جائے تو کہیں بھی موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے مشن و پیغام کی آفاقی حیثیت کا تذکرہ نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے برعکس ان دونوں انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت و نبوت کا تعلق محض بنی اسرائیل تک ہی محدود ملتا ہے۔ اس ضمن میں جب ہم تورات کے اوراق پلٹتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت مذکور ہے:

> ''جب خداوند تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کی نوازش فرمائی تو اس کے بعد یہ فرمایا کہ اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی، اور میں نے وہ ظلم جو اہل مصر ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔ پس اب تو جا، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال۔'' (خروج: ۳/۱۰)

تو یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو حکم موصول ہوا وہ قوم بنی اسرائیل کو ہی مصر سے نکالنے تک محدود تھا اور مصر کے اصل باشندوں (قبطیوں کو) جو ظلم و استبداد میں مبتلا تھے کسی قسم کی اصلاح و ارشاد کی تلقین نہیں فرمائی گئی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت زندگی بھر بنی اسرائیل تک ہی محدود رکھی۔

اسی طرح انجیل متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ''میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں'' بھی

اسی امر کا غماز ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت کا دائرہ کار محض ایک قوم تک تھا تورات وانجیل کے ان اقتباسات کی تصدیق قرآن کریم میں بھی بالصراحت موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے ارشاد ہوتا ہے:

وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ (سجدہ)

"اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما بنایا۔"

اسی طرح سورہ صف میں مذکور ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم

(الصف: ٦)

"اور (یاد کرو) جب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے کہا تھا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں۔"

گویا توراۃ و انجیل اور قرآن کریم سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محبوب خدا محمد مصطفےٰ ﷺ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کا پیغام رشد و ہدایت نسل انسانی کی اپنی اپنی قوم تک ہی محدود رہا ہے اور ان کی بعثت کو کسی طرح بھی بعثت عامہ نہیں کہا جاسکتا جب کہ رسالت عامہ اور بعثت عمومی کے منصب سے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو نواز کر دیگر انبیاء علیہم السلام پر بزرگ و افضل فرمایا گیا۔

حضور ﷺ کی بعثت عموی ایک ایسی کامل سچائی ہے جس سے مفر نہیں۔ اور آپ ﷺ کا تمام انسانوں کے لیے رسول ﷺ ہونا ہر سہ جہتی اعتبار سے مکمل و اکمل ہے۔ ہم مذاہب غیر کو جو ایمان کو عقل و فکر کی کسوٹی پر پرکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں دعوئ فکر دیتے ہیں وہ غور کریں کہ آیا موسیٰ و عیسیٰ کا صرف بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ کسی ایسے ہادی کو ابھی جلوہ گر ہونا تھا جس کی ضیاء پاشیوں سے تمام عالم منور ہو جائے۔ اقوام سابق کی تاریخ ہی نہیں بلکہ ان کے ہادی و راہبر بزبان خود اعلان کرتے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اقوام کو بہت سی باتیں سیکھنی ہیں اور پھر ان باتوں کے سکھانے والے معلم اعظم کی بعثت و رسالت کے متعلق کثیر التعداد پیشین گوئیاں اس امر کی دلالت کرتی ہیں کہ بعثت

رسول ﷺ سے قبل پیغام رشد و ہدایت ادھورا تھا جسے آپ ﷺ نے اس طور مکمل و اکمل فرما دیا کہ آپ ﷺ کے بعد بھی کسی نئے نبی کی بعثت کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ یاد رکھو، جس طرح خدا "رب العالمین" ہے یعنی تمام جہانوں کی وہی ربوبیت فرماتا ہے اور اس کے اس کام میں کوئی دوسرا شریک نہیں اسی طرح اس ذاتِ جل شانہ نے یہ بھی پسند فرمایا کہ اس عالم کائنات میں اس کا محبوب ﷺ بھی "رحمۃ للعلمین" یعنی تمام جہانوں کے لیے رحمت ہو اور پھر اس محبوب ﷺ کے پیغام رشد و ہدایت قرآنِ مجید کو "ذکر للعلمین" یعنی تمام جہانوں کے لیے نصیحت قرار دیا۔

اب اگر اس مختصر سی بحث کو سمیٹا جائے تو یہی نتائج مرتب ہوتے ہیں کہ جس طرح خدا اپنی ذات میں واحد و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک یا برابری کرنے والا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی دنیا کو اس کے علاوہ کسی اور خدا کی حاجت ہے۔ اسی طرح بعثت محمدی ﷺ کے بعد کسی دوسری بعثت کی جملہ انسانوں کو کوئی احتیاج باقی نہیں رہتی اور بعد از محمد ﷺ رسالت و نبوت کا ختم ہو جانا اس بات کی بین و زبردست دلیل ہے کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ اور آپ پر وحی ہونے والی کتاب خداوندی قرآن مجید بھی وہ واحد آخری آسمانی کتاب ہے جس کے بعد کسی اور پیغام رشد و ہدایت کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

زیر موضوع آیۂ مبارکہ میں "للناس" کا استعمال کیا جانا واضح کرتا ہے کہ آپ تمام انسانوں کے لیے بھلائی ہیں یعنی جس کسی نے بھی آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنالیا وہ فلاح پا گیا قرآنِ عظیم کی بیشتر آیات آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی بعثت عمومی اور رسالت عامہ کی تائید کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا

"اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام انسانوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔"

اسی طرح قرآن حکیم کی سورہ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

"اے محبوب فرما دیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

جب کہ دیگر انبیاء کرام کے ارے میں کہا گیا:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ

"اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔"

پس دیگر انبیاء کرام کو ان کی اقوام کے لیے خاص کیا گیا جبکہ حضور ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے بلاتفریق و تقسیم رسالت عامہ کی منصب سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو نبی آخرالزمان محمد مصطفےٰ ﷺ کو دیگر انبیاء سے افضل و برتر ثابت کرتی ہے۔ اور جب وحیٔ الٰہی کی رو سے ثابت ہو چکا کہ حضور ﷺ پیغمبر عالم اور آپ ﷺ کی دعوت تمام عالموں کے لیے نصیحت ہے تو اب اس کے بعد بھی اگر کوئی اسلام کے آفاقی مذہب ہونے میں کسی قسم کے شک کا شکار ہو جاتا ہے اور شارع اسلام کے ازل سے ابد تک تمام زمانوں کے رسول نہ ہونے کے بارے میں ذرا سا بھی گمان رکھتا ہے، تو گمراہی یقیناً اس کا مقدر ہوگی، اور اس کے لیے بھلائی کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا۔

ہماری دعا ہے کہ عامۃ الناس قرآن حکیم کے اس فکر و فلسفہ کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے، اپنی سوچ کو اس کتابِ مبین کے مطابق ڈھالنے کی سعی کریں اور اپنے لیے اُخروی نجات کا اہتمام کریں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْد
وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ (اعراف)
ترجمہ: ”اور ان کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور وہ پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے تھے۔“

حضور سرور کائنات فخر موجودات امام الانبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ کے مراتب و مناصب اور اوصاف و خصائص اس قدر لامحدود ہیں کہ جہاں کہیں بھی عقل انسانی نے آپ ﷺ کے خصائل جمیلہ کی تحدید کی سعیٔ مذموم کی وہیں پہ تفریط و تفریق کا عمل جاری ہوگیا، اور ملت کی شیرازہ بندی کی بجائے فرقہ بندیاں شروع ہوگئیں، مختلف النوع افکار و خیالات نے اجتماعیت کو تقسیم کی بھینٹ چڑھا دیا۔ ہر کسی نے زبان دانی و حقائق فہمی کے بل بوتے اپنے اپنے معتقدین کے گروہ پیدا کر لیے، فکر انسانی تحقیق و تصدیق میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی خاطر یہاں تک آگے نکل گئی کہ جس کسی نے چاہا علم و عرفان کے اصل منبع و مخرج قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تاویلات اپنے مزاج کے مطابق باندھ لیں اور ہر کوئی اپنی تاویل کا مکلف ہوتا چلا گیا۔ اور یہ عمل آج بھی قومی و ملی سطح پر روپذیر ہے۔ بنیادی عقائد تک میں تبدیلی لانے کی ناپاک کاوشیں کئی اطراف سے ہو رہی ہیں۔ ہمیں نہ تو فہم قرآن کا گھمنڈ ہے اور نہ ہی دین حنیف میں اختراعات کی جسارت۔ اگر کسی اعزاز کا شرف ہے تو بس اتنا کہ ہم دینی و دنیوی امور میں راہنمائی کے لیے قرآن و سنت سے

رجوع کرتے ہیں۔

سیرتِ نبی مکرم ﷺ کے حوالہ سے سورۂ اعراف کی متذکرہ بالا آیہ کریمہ اپنے معارف و معانی میں نہ صرف خصائص نبوی ﷺ کی انفرادیت کی نشاندہی کرتی ہے بلکہ اس آیہ مبارکہ میں بعثت نبوی ﷺ سے پیشتر انسانی مذہب وتمدن کی تاریخ بھی بیان کر دی گئی ہے۔ رب ذوالجلال کان یہ فرمانا کہ:

"اور (رسول ﷺ) ان کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور وہ پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔"

اس قعرِ مذلت کی نقاب کشائی کرتا ہے جس میں اقوامِ عالم قبل از بعثت نبوی ﷺ گری ہوئی تھیں۔ واضح رہے کہ بیانِ قرآن کی تصدیق کسی تاریخی شرح کی ہرگز مرہون منت نہیں لیکن بات کو سمجھانے کی خاطر تاریخ عالم کے حوالہ سے اگر دیکھا جائے تو مورخ لکھتا ہے کہ اس نور مبین ﷺ کے ظہور سے قبل علمی و اخلاقی اعتبار سے تمام عالم اسفل سافلین کی حالت پر پہنچ چکا تھا۔ اور دنیا اس ہدایت و ارشاد سے تہی دامن ہو چکی تھی جو مخلوق کے لیے موجب ہدایت ہوا کرتا ہے۔ توحید خالص کہیں پہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی صورت (ہندو مذہب میں)، کہیں پہ دو خداؤں کی شکل میں (زرتشتی مذہب میں) اور کہیں (پہ عیسائی مذہب میں) تثلیث کے کامل تصرف میں تھی۔ یہود عزیز کو ابن اللہ کے مراب تک لے گئے تھے۔ اخلاقی اقدار اس نہج کو پہنچ گئی کہ جھوٹ، زنا دیوتاؤں، رشیوں اور بزرگوں کی طرف منسوب ہونے لگے۔ کتب مقدسہ میں ناپاک تحریف سے ننگ انسانیت کے یہ قصہ جات ابواب کی صورت شامل کر دیئے گئے۔ نتیجتاً شاکت مت جیسے فرقے پیدا ہوگئے جن میں ماں بہن کی حرمت کے جنازے اٹھے۔ نیکی کی تحریص یکسر ختم ہو کر رہ گئی۔ علمی تحقیق وجستجو ارتقائی منازل کی بجائے تنزل کا شکار ہوتی گئی۔ اھلیت تہذیب و ثقافت کوی علمبردار عیسائی قوم میں علم صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت اور بشریت کے تعلقات کے جھگڑوں تک محدود ہوگیا۔ راہب بظاہر حالت تجرد اختیار کیے ہوتے مگر اندرونی طور پر سیاہ کاریوں کے مرتکب ٹھہرتے ایک عیسائی

مورخ نے قرآن کریم کے بیان کردہ ذلت کے ان پھندوں کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

''کہ کنواریاں پادریوں کے پاس اقرار گناہ کے لیے جاتیں مگر کنواری واپس نہ آتیں۔''

سر ولیم میور لکھتا ہے:

''ساتویں صدی کی عیسائیت خودگری ہوئی اور بگڑی ہوئی تھی اس کو باہم لڑنے جھگڑنے والے فرقوں نے نکما کر رکھا تھا اور ابتدائی زمانہ کے پاک اور فراخ ایمان کی جگہ توہم پرستی کی بے ہودگی نے لے لی تھی۔''

قرآنِ کریم نے عرب کے اس دور کو مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے ''زمانہ جاہلیت'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جب کہ ایک متعصب عیسائی مسلم اقوام کو اس زمانہ کا نام ایام جاہلیت رکھنے پر غلط بیان یکا ملزم ٹھہراتا ہے اور لکھتا ہے کہ عربوں کو فن تحریر کا علم حاصل تھا اور اس زمانہ میں عرب میں فن شاعری اپنے اوج پر تھا۔ غور کیجئے کہ حقائق کو کس قدر غلط رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے عیسائی مورخ، اور افسوس اپنی امت کے ان دانشوروں پر جو اللہ کے اس پسندیدہ مذہب اسلام پر مذاہب باطلہ کی پرتعصب آراہ کو بطور حجت پیش کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ خدائے علیم وخبیر نے قرآن کریم میں عربوں کے اس دور کی عکاسی کرتے ہوئے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ:

كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

ترجمہ: ''تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے گویا تم بھسم ہوا ہی چاہتے تھے۔''

رواداری عقل وفکر کی تالہ بندی کو نہیں کہا جاسکتا، ہم سوال کرتے ہیں آج کے مغرب زدہ دانشوروں سے کہ اگر کوئی شاعر اغراضِ شہوانی کے جذبہ کے تحت اپنی محبوبہ کی تعریف وتوصیف میں چند الفاظ کی بندش کا سہارا لیتا ہے تو اسے آپ ارتقائے تہذیب پر کس طرح محمول کرتے ہیں؟ جہاں بنت حوا کو پیدائش کے

وقت ہی زندہ زمین میں دفن کرنے کا عمل نسل کشی پر منتج ہوتا ہو وہاں آپ کس علم و فن اور کس تمدن و معاشرت کی بات کرتے ہیں؟ وسیع ظرفی کا تقاضہ یہ نہیں کہ دانش کدۂ باطل کی پیروی کی جائے، حقائق فہمی یہ ہے کہ تحقیق میں توسیع سے کام لیا جائے۔ اور حق و باطل کی باہم آمیزش نہ ہونے دی جائے۔ اور حق تو یہ ہے کہ دنیا کے اس عظیم ترین نجات دہندہ اور معلم اخلاق ﷺ کی بعثت سے قبل نہ صرف عرب قوم ہی مذہب وتمدن اور معاشرت کے اعتبار سے ذلتوں کے عمیق گڑھوں میں پڑی تھی بلکہ تمام اقوامِ عالم سے تہذیب و تمدن کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اور بنی آدم گناہوں، سیاہ کاریوں کے کوہ گراں تلے دب چکے تھے اور باطل رسوم کے طوق اور پھندوں میں یوں جکڑے جا چکے تھے کہ انسانی اصلاح کی صورت معدوم ہو چکی تھی۔ سورۃ یٰسین میں بھی رسومات کے ان پھندوں اور طوقوں کا ذکر ان الفاظ میں کر دیا گیا۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

ترجمہ: ''ہم نے (ان کی سرکشی کے باعث) ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔''

پھر ان ناگفتہ بہ حالات میں فاران کی چوٹیوں سے رونما ہونے والے نور کے ظہور کا ہی یہ کرشمہ ہے کہ بیس سال کے قلیل عرصہ میں سرزمین عرب پر ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے اور اس عظیم مصلح ﷺ نے غلاظت گناہ کے بارگراں سے انسانیت کو نجات دلا کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ محض اسی قوت قدسی کا کمال ہے جو اس درجہ تک آپ ﷺ سے پیشتر کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکی۔ ہمارے سر فخر سے بلند اور تشکر سے اس ذاتِ خداوندی کے حضور سجدہ ریزیوں میں چلے جاتے ہیں جس نے نبی مکرم ﷺ کو تمام راست بازوں کے سردار اور نسل انسانی کے سب سے بڑے راہبر مبعوث فرمایا۔ اور آپ ﷺ کی قوت قدسی کو زمان و مکان سے مستثنیٰ قرار دیا۔ ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو قوتِ قدسیہ سے نوازا گیا اور دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح پر

مامور ہوا، پھر ان انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کے انسانوں کے تزکیہ نفس کا بھی اہتمام کیا، بعض اقوام میں ایک سے زیادہ انبیاء بھی مبعوث ہوئے اور ہر نبی کو قدرت خداوندی سے کمالات و معجزات عطا فرمائے گئے۔ مگر ان تمام انبیاء سابقین کے جملہ کمالات و معجزات اور اوصاف و اخلاق نبی آخر الزماں ﷺ کی ذاتِ واحد میں جمع فرمانے سے منشائے ایزدی یہی تھا کہ توحید خالص کے ساتھ ساتھ وحدتِ ملّی کی نشوونما ہو سکے اور تمام نوع انسانی میں یکسانیت پیدا ہو جائے مگر وائے عقلِ انسانی! کہ تو نے تبحر علمی کی طغیانیوں میں خطرناک تفریق و تقسیم کا عمل عالم پر وارد کر دیا۔

اب اگر ہم آج کی اس مجمل بحث کا جائزہ سورۂ اعراف کی اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں لیں تو سیرتِ محمدی ﷺ کے وہ پہلو بجا طور پر ہمارے سامنے عیاں ہوتے ہیں جو بارگاہِ ایزدی میں آپ ﷺ کے مناصب و مراتب کے اس درجہ کی نشاندہی کرتے ہیں جو آپ ﷺ کو انبیائے سابقین علیہم السلام پر حاصل ہے۔

اولاً یہاں پہ جس بوجھ اور جن پھندوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے ان میں رسوماتِ باطلہ کی محض کسی ایک سطح پر ترجمانی نہیں کی گئی بلکہ مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے جملہ حالت انسانی کا ذکر کیا گیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ ان رسومات اور پھندوں کا شکار کوئی ایک قوم نہیں بلکہ تمام اقوامِ عالم مراد ہیں۔

ثالثاً یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات واحد کو تمام اقوامِ عالم کا ہر لحاظ سے نجات دہندہ قرار دیا گیا۔

تو گویا اس آیہ کریمہ کی رو سے جو خصوصیت آپ ﷺ کو دیگر انبیاء پر ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کمال فطرت یا حالاتِ انسانی کے کسی ایک خاص حصہ سے متعلقہ نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے کمالات فطرتِ انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں اور آپ ﷺ نے اپنے پیغام رشد و ہدایت کے ذریعہ

محض عرب قوم کی ہی ترقی کو اپنا نصب العین قرار نہیں دیا بلکہ قومی وملکی حدود و قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالی جس سے ایک عالم گیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا مقصود تھا جہاں دیگر مذاہب کے پیش نظر افراد کو یکجا کر کے ایک قوم بنانا تھا، اسلام کے ذریعہ حضور نبی کریم ﷺ نے قوموں کو باہم یکجا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد عظیم پیدا فرمایا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا بہت بڑا کام ہے مگر قومی تفریق و تقسیم کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت ایک ایسا بڑا کارنامہ ہے جس کے سامنے قومی وحدت ہیچ نظر آتی ہے۔ اور پھر آپ ﷺ نے نہ صرف نسل انسانی کی وحدت تک ہی اپنے مشن کو محدود رکھا بلکہ بنی آدم کو دنیوی اور روحانی اعبار سے ارتقاء کی وہ منازل طے کرا دیں جو بجز آپ ﷺ کے کسی اور مصلح کی طاقت سے باہر ہیں۔ اور آپ ﷺ نے فطرت انسانی کی تمام تر احتیاج کی تکمیل سہ جہتی طور پر یوں فرما دی کہ آپ ﷺ کے بعد بھی قیامت تک کسی دوسرے کی بعثت کا جواز یکسر ختم ہو گیا۔

# قصیدۂ نعتیہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پہلے پانچ اشعار

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا ... أَرْجُو رِضَاكَ وَأَحْتَمِي بِحِمَاكَ

اے سرداروں کے سردار! میں خاص آپ ہی کا قصد کر کے حاضر ہوا ہوں۔ آپ کی خوشنودی کا طالب اور آپ کی حمایت کا امیدوار

وَاللّٰهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنَّ لِي ... قَلْبًا مَشُوقًا لَا يَرُومُ سِوَاكَ

اے بہترین مخلوق! خدا کی قسم میرا قلب آپ ہی کا شیفتہ ہے اور آپ کے سوا کسی کا ارادہ نہیں رکھتا

وَبِحَقِّ جَاهِكَ إِنَّنِي بِكَ مُغْرَمٌ ... وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّنِي أَهْوَاكَ

آپ کی عزت کی قسم میں آپ کا فریفتہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں آپ ہی سے پیار کرتا ہوں

أَنْتَ الَّذِي لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُؤٌ ... كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ

آپ وہ ہیں کہ اگر نہ ہوتے تو کوئی شخص نہ پیدا کیا جاتا بلکہ اگر آپ نہ ہوتے تو کل کائنات ہی نہ ہوتی

أَنْتَ الَّذِي مِنْ نُورِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰى ... وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُورِ بَهَاكَ

آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند نے نور حاصل کیا اور سورج روشن ہے آپ ہی کے جمال سے